بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط

سورة المومنون آیت ۷۱

اور اگر حق اُن کی خواہشات کی پیروی کرتا تو یقیناً آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے۔

حضرت امیر المومنین

علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام

اور بیعت شیخین

ترتیب و تالیف

میر مراد علی خان

144 Jacqueline Ave.

Delran, NJ 08075 USA.

بسمہ سبحانہ

تعارف

جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے اُن کے مصنفین کے مختصر حالات ملاحظہ ہو:

طبقات ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن سعد البصری المتوفی ۲۳۰ھ کی شہرۂ آفاق کتاب طبقات الکبیر یا الطبقات الکبریٰ کے نام سے موسوم ہے۔اس کتاب کا مصنف دور ہارون الرشید اور مامون الرشید کا عالم ہے۔ یہ کتاب ۲۰۷ھ اور ۲۲۷ھ کے درمیان بیس سال کے عرصہ میں لکھی گئی۔مصنف کے دور حیات ہی میں اہل ذوق نے اس کی نقلیں حاصل کر لی تھیں۔علامہ شبلی نعمانی اس کے متعلق لکھتے ہیں: ''نہایت ثقہ اور معتمد مورخ ہے''۔الفاروق ص ۷۔سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۸۔ابن خلکان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں یہ ثقہ اور صدوق تھا۔حصہ چہارم ص ۶۹۶۔

مسعودی: ابوالحسن علی بن حسین بن علی المسعودی عقیدۃً معتزلی شافعی تھے اور مشہور صحابی رسولؐ اکرم عبداللہ ابن مسعود کے خاندان سے تھے۔جن کے بارے میں ابن خلدون جیسا مورخ ''امام الکتاب والباحثین'' لکھتا ہے۔دور جدید کے دو شہرۂ آفاق علماء علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب الفاروق حصہ اول دیباچہ صفحہ ۸ میں تحریر کرتے ہیں کہ ''ابوالحسن علی بن حسین مسعودی المتوفی ۳۸۶ھ یا ۳۴۶ھ مطابق فوات الوفیات ابن شاکر فن تاریخ کا امام ہے۔ اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہوا''۔علامہ محمد بن شاکر ابن احمد اپنی کتاب فوات الوفیات الجز الثانی صفحہ ۴۵ پر تحریر کرتے ہیں کہ ''علی بن حسین بن علی ابوالحسن مسعودی اولاد عبداللہ ابن مسعودؓ میں سے تھا۔نہایت زبردست علامہ، مورخ اور بہت سے نادر علوم والا انسان تھا''۔اور مولانا مودودی اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں صفحہ ۳۱۰ میں مسعودی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''وہ بلاشبہ معتزلی تھا اور ثقہ تھا''۔

طبری :علامہ ابوجعفر محمد ابن جریر طبری ۸۳۹ء مطابق ۲۲۴ھ میں صوبہ طبرستان کے مقام آمل میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ۹۲۲ء مطابق ۳۱۰ھ میں وفات پائی انکی کتاب تاریخ'' تاریخ الامم والملوک جو تاریخ طبری کے نام سے مشہور و معروف ہے۔تاریخ طبری کو اسلامی تاریخ کے سلسلہ میں اُمہات الکتب کا درجہ حاصل ہے۔تاریخ ابن خلکان المعروف وفیات الاعیان وابناء الزمان تالیف احمد بن محمد بن ابراہیم بن خلکان البرمکی الاربلی الشافعی نے لکھا ہے کہ ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد، الطبری فنون کثیرہ میں امام تھے جن میں تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ وغیرہ شامل ہیں اور متعدد فنون میں آپ کی خوبصورت تالیفات ہیں جو آپ کی وسعت علم اور غزارت فضل پر دلالت کرتی ہیں۔آپ مجتہد ائمہ میں سے تھے۔آپ اپنی روایت میں ثقہ تھے اور آپ کی تاریخ اصح اور بہت معتبر ہے۔تاریخ ابن خلکان حصہ چہارم صفحہ ۵۶۷ مطبع نفیس اکیڈمی کراچی۔مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۹ میں لکھتے ہیں'' تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے، طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین اُن کے فضل و کمال ثقہ اور وسعتِ علم کے معترف ہیں۔محدث ابن خزیمہ کا قول ہے کہ دنیا میں کسی کو ان سے بڑھ کر میں عالم نہیں جانتا۔تمام مستند اور مفصل تاریخیں مثلاً تاریخ کامل بن الاثیر، ابن خلدون، ابوالفداء وغیرہ انہی کی کتاب سے ماخوذ اور اسی کتاب کے مختصرات ہیں''۔علامہ ذہبی لکھتے ہیں'' محمد بن جریر ایک لا ثانی امام صاحب علم ہیں۔یہ ائمہ اسلام میں سے بڑے جید عالم ہیں جن کے قول کی اطاعت واجب ہے اور جن کی رائے پر عمل کیا جا سکتا ہے۔انکی تاریخ بے مثال ہے۔

ابن ابی الحدید جن کا اصلی نام عبدالحمید بن ہبۃ اللہ بن محمد بن محمد بن ابی الحدید عزالدین المدائنی ولادت ۵۸۶ھ اور وفات ۶۵۵ھ ان کا تعلق معتزلی فرقہ سے تھا۔فرقہ معتزلہ کا بانی واصل بن عطار تھا(متوفی ۱۳۱ھ) جن کا یہ عقیدہ تھا (معاذ اللہ) ''اگر علیؑ اور طلحہ اور زبیر میرے سامنے ترکاری کی ایک ٹوکری پر بھی گواہی دے تو میں قبول نہ کروں، کیونکہ اُن کے فاسق ہونے کا احتمال ہے'' ۔خلافت و ملوکیت علامہ مودودی صفحہ ۲۱۹۔محمد بن شاکر بن احمد متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتا

ب فوات الوفیات جزاول ص ۲۴۸ میں لکھتے ہیں یہ بہت بڑے فاضل تھے۔علامہ کمال الدین عبدالرزاق بن احمد بن محمد بن ابی المعالی الشیبانی اپنی کتاب مجمع الادب فی ملجم الاالقاب میں لکھتے ہیں کہ ابن ابی الحدید حکیم اصولی تھااور بہت بڑا عالم اور فاضل تھا۔

بسمہ سبحانہ

کیا حضرت علیؑ نے بیعت کی تھی؟

میر مراد علی خان بیت القائم نیوجرسی

تقریباً ۵۰ سال قبل حیدرآباد دکن میں ایک کتاب ''ابوذر غفاری'' مصنفہ ''اُستاد عبداللہ علائلی'' کا فارسی ترجمہ ''جنایات تاریخی'' کا اردو ترجمہ مترجم مولوی سید عباس حسین مرحوم طبع ہوئی تھی۔ اسی کتاب کو دوبارہ بالاقساط طبع کیا جارہا ہے یا طبع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں کئی مقامات موضوع بحث ہیں جیسے کہ:

''ابوذر ڈر رہے تھے اور خیال کر رہے تھے کہ کہیں اس اختلاف اور ہنگامہ آرائی سے اسلام کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ ان میں سے بعض جو ابوبکر پر اعتراض کر رہے تھے اُن کا مقصد صرف علی کی دوستی نہ تھی بلکہ مسلمانوں کو آپس میں لڑانا چاہتے تھے۔ اسی لحاظ سے (ابوذر نے) ابوبکر کی بیعت کرلی جس طرح علیؑ نے بھی مسلمانوں کو باہمی اختلاف کلمہ کے خوف سے ابوبکر کی بیعت کرلی''۔ مزید یہ کہ ''صحابہ میں کوئی بھی ابوبکر کی بیعت سے پشیمان نہ تھا۔ خلیفہ نے نیک راستہ اختیار کیا اور مثل پیغمبر کے غربا کی طرفداری کر کے ظالم سے مظلوم کا حق لیتے اور آپس کے اختلاف کو روکتے تھے''۔ صفحہ ۳۸

اور اسی تحریر پر فاضل مترجم نے حاشیہ لگایا جس کا ذکر صفحہ ۱۱۵، ۲ کے تحت میں مذکور ہے کہ ''سنی وشیعہ کے معتبر ترین مورخین کے حوالوں سے ثابت ہے کہ علیؑ خود کو سب سے زیادہ خلافت کا سزاوار سمجھتے تھے اس لئے مخالفین کے دعوؤں کا دفاع کر کے اپنے حق کا مطالبہ کرتے رہے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ باوجود اس کے بھی بغیر قوت استعمال کئے حق نہیں مل سکتا اور اُس کی انتہا بہت بڑے نقصان کا موجب ہوگی تو آپ نے نہایت کراہت کے ساتھ بیعت کرلی''۔

پہلے لفظ بیعت کی معنوی حیثیت پر غور کریں گے اور یہ دیکھیں گے دور رسولؐ اکرم میں اسکا استعمال کیسا رہا۔

عربی سے اردو لغت المنجد لفظ ''ب'' کے ذیل **بیع** صفحہ ۱۱۰ پر ہے۔

بایعة مبایعة۔ کسی سے فروخت کا معاملہ کرنا۔ باہم معاہدہ کرنا۔

البیعة۔ عہد و پیمان۔

لغات الحدیث عربی اردو مولف علامہ وحید الزمان جلد اول تحت ''ب'' صفحہ ۱۲۸ لفظ ''بیع'' کے ذیل میں مختلف طریقوں سے یہ ثابت کیا کہ بیع کے معنی معاہدہ کرنا، کسی بات پر اتفاق کرنا بھی ہے۔

نھی عن بیعتین فی بیعة۔ ایک معاملہ میں دو معاملہ کرنے سے منع فرمایا۔

ما اُبالی ایکم بایعت۔ مجھے کچھ پرواہ نہ تھی تم میں سے کسی سے معاملہ کرتا (یعنی معاہدہ کرتا یا اتفاق کرتا)۔

چنانچہ قرآن مجید میں سورہ فتح میں جب بیعت رضوان کا ذکر آیا تو مفسرین نے لکھا کہ یہ بیعت اس بات پر کی گئی کہ جنگ سے فرار نہیں کریں گے۔

بایعناہ علی الموت۔ ہم نے مرجانے پر آپؐ سے بیعت کی (یعنی مرجائیں گے بھاگیں گے نہیں)۔ مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۴ ص ۵۱۔

بیعت رضوان موت کے لئے نہیں تھی بلکہ فرار نہ ہونے کے لئے تھی۔ طبری جلد اول ص ۲۳۴؛۔ مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۳ ص ۳۵۵؛ سنن دارمی جلد ۲ ص ۲۲۰۔

دور رسولؐ اکرم میں مسلمان کلمہ شہادت کے بعد جس بات کا اقرار یا وعدہ کرتے تھے وہ یہ تھا کہ:

بایعناہ علی ان لا نشرک شیا ولا نزنی ولا نقتل النفس: یعنی ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی ہے شرک نہ کرنے کی، زنا نہ کرنے کی اور چوری اور قتل نہ کرنے پر۔ صحیح بخاری جلد ۸ ص ۳۷؛ صحیح مسلم جلد ۵ ص ۱۲۷؛ السنن کبریٰ البیہقی جلد ۸ ص ۲۰۔ اس بیعت کا مطلب اگر فروخت کرنا ہوتو اسکے عوض آنحضرتؐ نے کیا دینے کا وعدہ کیا؟ جنت! ۔ اگر صرف مذکورہ عمل کے کرنے اور نہ کرنے سے دوزخ یا جنت مل سکتی ہوتو اس کا

مطلب یہ ہوا کہ اسکے علاوہ دیگر گناہ کر سکتے ہیں۔ جیسے غیبت، جھوٹ، فریب، ماں باپ کی نافرمانی، قطع رحم وغیرہ۔ اگر کلمہ شہادت پڑھوانا ہی بیعت کہلائے گا، تو آج ہم کسی غیر مسلم کو مسلمان بنانے کے لئے کلمہ پڑھواتے ہیں تو کیا وہ ہماری بیعت کر رہے ہیں؟۔

زیارت عاشورہ جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے منسوب ہے کہ **بایعت و تابعت علیٰ قتله** یعنی وہ جنہوں نے قتل امام حسینؑ کے بارے میں اتفاق کیا اور عمل کیا۔ ان تمام مثالوں پر غور کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیعت کے معنی صرف فروخت کرنا نہیں بلکہ کسی امر پر اتفاق کرنا یا راضی رہنا بھی ہوسکتی ہے۔ اگر بیعت کے معنٰی فروخت کرنا ہو تو یہ بتلائے کہ جس نے بیعت لی اُس نے خرید کر اُس کے عوض میں دیا کیا؟۔

اصل بات صرف اتنی ہے کہ لفظ بیعت یزید کی بدکاری کے وجہ سے اتنا بدنام ہو گیا کہ لوگوں نے بیعت کو صرف اپنے نفس کو فروخت کر دینا فرض کر لیا تھا اور کرتے رہتے ہیں۔

یہ میرا خیال ہے کوئی ضروری نہیں کہ صحیح ہو کہ شائد ابوبکر اپنی کم علمی کا رونا روئے ہوں گے اور حضرت علیؑ سے انہوں نے خواہش کی ہوگی کہ وہ جب بھی کوئی مشکل پڑے دینی امور میں مدد فرمائیں تو حضرت علیؑ نے فرمایا ہوگا میں جب بھی فیصلہ دوں گا وہ قرآن اور سیرت رسولؐ کی روشنی میں دونگا۔ اس کو لوگوں نے بیعت کا لفظ دے دیا ہوگا۔ اس کی دلیل میں چند احادیث پیش ہیں:

حضرت ابوبکر کا یہ مشہور خطبہ جو خلافت کے بعد دیا انہوں نے فرمایا تھا: **انا بشر ولست بخیر من احد منکم فراعونی فاذا رأیتمونی استقمت فاتبعونی وان رأیتمونی زغت فقومونی واعلموا ان لی شیطانا یعتیرینی فاذا رأیتمونی غضبت فاجتبونی لا اوثر فی اشعارکم وابشارکم** ۔" آگاہ ہو کہ میں ایک بشر ہوں اور تم میں سے کسی سے بھی بہتر نہیں ہوں لہٰذا میری رعایت کرو جب مجھے دیکھو راہ راست پر ہوں تو میری پیروی کرو، اور اگر دیکھو کہ میں ٹیڑھا ہو گیا ہوں تو سیدھا کرو۔ آگاہ ہو کہ میرے لئے ایک شیطان ہے جو مجھے گھیرے ہوئے ہے۔ جب بھی مجھے غضب میں دیکھو تو مجھ سے بچو، میں تمہارے بالوں اور کھالوں پر کوئی اثر انداز نہیں ہوتا۔" الامامة و السّیاسة ج ص ۱۴، مجمع الزوائد الھیثمی ج ۵ ص ۱۸۳؛ کنز العمال ج ۵ ص ۶۳۱ حرف الخا، خلافت ابوبکر؛ سبل الھدیٰ فی سیرة خیر العباد محمد بن یوسف الصالحی الشامہ متوفی ۹۴۲ھ؛ طبع بیروت ج ۱۱ ص ۲۵۹؛ السقیفة ام الفتن ڈاکٹر الخلیلی ص ۱۰۰۔ تاریخ طبری اردو ج اول ص ۵۳۸۔ طبقات ابن سعد اردو حصہ سوم ص ۵۳؛ تاریخ ابن عساکر جلد ص ۳۰۳؛ البدایہ والنھایة ابن کثیر عربی جلد ۶ ص ۳۳۴ اردو جلد ۶ ص ۱۱۳۹ (اس میں تحریر ہے کہ بلاشبہ میرا ایک شیطان ہے جو میرے پاس آتا ہے)۔

حضرت عمر کو یہ اکثر کہتے سُنا گیا کہ:

لولا علی لھلک عمر اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا تھا۔ تاویل مختلف الحدیث ص ۱۵۲ ابن قتیبیة متوفی ۲۷۶ھ طبع دار الکتب بیروت لبنان؛ نظم درر السمطین ص ۱۳۰ الذرندی حنفی متوفی ۷۵۰ بحوالے الریاض النضرة ج ۳ ص ۱۶۳؛ الاستیعاب ج ۳ ص ۱۱۰۳۔

حضرت عبدالقادر جیلانی اپنی کتاب غنیة الطالبین طبع مکتبہ ابراہیمیہ لاہور صفحہ ۴۳۵ میں حضرت عمر ابن خطاب کا قابل ذکر ایک واقعہ ہے کہ ابوسعید خدری صحابی رسولؐ اکرم کہتے ہیں" میں حضرت عمر ابن خطاب کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں آپ کے ساتھ حج کو گیا عمر ابن خطاب مسجد میں آئے اور حجر اسود کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور پھر حجر اسود سے مخاطب ہو کے کہا کہ ہر صورت میں تو پتھر ہے نہ کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ ضرر اگر میں رسولؐ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے ہرگز نہ چومتا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا" ایسا نہ کہو۔ یہ پتھر نقصان بھی دے سکتا ہے اور نفع بھی مگر نفع اور نقصان اللہ کے حکم سے ہے۔ اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اُس کو سمجھا ہوتا تو ہمارے سامنے ایسا نہ کہتے"۔ حضرت عمر ابن خطاب نے کہا" اے ابوالحسنؑ آپ ہی فرمایئے کہ قرآن میں اس کی کیا تعریف ہے؟"۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ" جب اللہ تعالی نے حضرت آدم کی صلب سے اولاد پیدا کی تو اُنہیں اپنی جانوں پر گواہ کیا

اور سوال کیا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں اس کے جواب میں سب نے اقرار کیا کہ تو ہمارا پیدا کرنے والا اور پروردگار ہے۔ پس اللہ تعالی نے اس اقرار کو لکھ لیا اور اس کے بعد اس پتھر کو بلایا اور اس صحیفے کو اس کی پیٹ میں بطور امانت کے رکھ دیا پس یہ وہی پتھر اس جگہ اللہ کا امین ہے تا کہ قیامت کے دن یہ گواہی دے کہ وعدہ وفا ہوا یا نہیں'' اس کے بعد عمر ابن خطاب نے کہا ''اے ابوالحسنؑ! آپ کے سینے کو اللہ نے علم اور اسرار کا خزینہ بنا دیا ہے''۔ صحیح بخاری جلد ا باب ۱۰۱۱ حدیث ۱۵۰۳ تیسیر الباری جلد ص ۴۸۷ میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے پھر یہ فرمایا'' اے ابوالحسن! جہاں تم نہ ہو وہاں اللہ مجھ کو نہ رکھے''۔

سعید بن مسیّب سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت عمر ابن خطاب اپنے اصحاب کے پاس گئے اور وہاں حضرت علی بھی تشریف رکھتے تھے فرمایا آج میں نے ایک کام کیا ہے، مجھے اُس کے بارے میں تم لوگ فتویٰ دو، اصحاب نے کہا اے امیر المومنین وہ کیا ہے، فرمایا میرے پاس سے ایک جاریہ (لونڈی) گذر رہی تھی، مجھے وہ اچھی معلوم ہوئی میں نے اُس سے جماع کیا حالانکہ میں روزہ دار تھا، سارے اصحاب نے سُن کر تعجب کیا چنانچہ حضرت علی نے روزے کا کفارہ بتلایا۔ طبقات ابن سعد جلد دوم ص ۳۸۳۔ کنز العمال جلد ۸ ص ۶۰۰ حدیث ۲۴۳۲۹؛ انساب الاشراف البلاذری ص ۱۷۸۔

حضرت عمر کا یہ اقرار کہ'' میں بازاروں گم رہتا تھا اور آنحضرتؐ کے احکام سے غافل رہا'' صحیح بخاری جلد اول باب ۱۲۸۵ حدیث ۱۹۳۴

حضرت عمر ابن خطاب لوگوں سے آیات قرانی کی تفسیر پوچھتے تھے۔ صحیح بخاری جلد ۲ باب ۲۰۸ حدیث ۱۶۴۵۔

حضرت عمر ابن خطاب کہا کرتے تھے کہ کاش وہ رسولؐ اللہ سے مسئلہ کلالہ، دادا کی میراث، اور سود کی تفسیر پوچھ لیتے۔ صحیح بخاری جلد ۳ باب ۳۴۴ حدیث ۵۴۷۔

حضرت عمر نے اپنی خلافت کے زمانے میں جب دیکھا کہ لوگ عورتوں کا مہر زیادہ سے زیادہ رکھ رہے ہیں تو منبر پر گئے اور خبردار کیا کہ اگر کسی نے اپنی زوجہ کے لئے چودہ ہزار دینار سے زیادہ مہر رکھا ہے تو اُس پر حد جاری کروں گا اور چودہ ہزار سے زیادہ رقم کو لے کر بیت المال میں جمع کروں گا۔ ایک عورت جو اُس وقت موجود تھی فوراً سوال کیا کہ'' کیا تم چودہ ہزار سے زیادہ مہر رکھنے کو منع کرتے ہو اور اگر کسی نے زیادہ رکھا تو اُس سے چھین لینے کو کہتے ہو؟''۔ حضرت عمر نے کہا ہاں۔ اُس عورت نے سوال کیا'' کیا قرآن کی یہ آیت تم نے نہیں پڑھی یا سُنی واتیتم احدا ھن قنطارا فلا تاخذو منه شیئا۔ سورۃ النساء آیت ۲۰۔ اگر تم کثیر ال دے چکے ہو تو اُس میں سے واپس نہ لو۔ جب یہ سُنا تو حضرت عمر نے فرمایا کل احد افقه من عمر حتی المخدرات فی الحجال۔ تمام لوگ یہاں تک کے پردہ والی عورتیں بھی عمر ابن خطاب سے زیادہ فقیہ ہیں۔ یا ایک عورت عمر پر غالب آ گئی اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کہ ہر ایک عمر سے زیادہ سمجھدار ہے۔ تفسیر درمنثور سیوطی ج ۲ ص ۱۳۳؛ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۴۶۸، تفسیر ابن کثیر (اردو) ج ا تفسیر سورہ نساء ص ۹۵ طبع اعتقاد پبلشنگ نئی دہلی؛ علل دارقطنی ج ۲ ص ۲۳۹؛ سنن الکبریٰ البھیقی ج ۷ ص ۲۳۳؛ کنز العمال ج ۱۶ ص ۵۳۸،۵۳۷ سلسلہ نمبر ۴۵۷۹۸؛ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۴۔

چنانچہ حضرت علیؑ نے کئی بار دور خلافت ثلاثہ میں خلفاء کے فیصلوں کو تبدیل کروایا۔

یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ بیعت نہ کرنا ایک بات ہے اور مشورہ طلب کرنے پر صحیح مشورہ دینا الگ بات ہے اور مخالف ہوتے ہوئے بھی جنگ نہ کرنا ایک تیسری بات ہے۔ سوال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کئی مواقع پر مشورے طلب کئے گئے تو حضرت علیؑ نے صحیح مشورے کیوں دئے؟۔ اس کے کئی اسباب میں سے ایک اہم سبب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ ''جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے'' یعنی اسے صحیح مشورہ دینا چاہئے۔ علاوہ بریں وہ مشورے ملت اسلامیہ کی مفاد کی پیش نظر دئے جاتے تھے بحیثیت امام برحق حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا یہی فریضہ تھا کہ دین کے مفادات کی حفاظت ہو جائے۔

یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ قدیم اسلامی تاریخیں حدیث کا ایک شعبہ تھیں اور حدیث ہی کے طرح ان میں مندرج ہر بیان راویوں کے سلسلۂ اسناد کے ساتھ لکھا جاتا تھا۔ اور تدوین حدیث پر جو حالات گذرے اُن کا پورا پورا اثر تاریخ کی تدوین پر بھی پڑا۔ کیونکہ ہیئت اور مواد کے اعتبار سے حدیث اور تاریخ میں کوئی فرق نہ تھا۔

خلیفۂ اول اور خلیفۂ دوم حدیث کی کتابت سے روکتے تھے اور حدیث بیان کرنے پر بھی پابندی لگا دی گئی تھی۔

عمر ابن خطاب وہ تھے جنہوں نے دین میں بحث اور مباحثہ کی راہ مسدود کردی تھی۔ چنانچہ جب صبیغ نے آپ سے ایسی دو قرآنی آیتوں کے بارے میں سوال کیا جو ایک دوسرے کے مخالف تھیں تو آپ نے اس کو کوڑوں سے مارا اور اُس سے ملنا جلنا ترک کردیا اور لوگوں کو بھی ملنے سے منع کردیا۔ عمر سد باب الکلام والجل و ضرب صبیغا بالدرۃ و رد علیه سئوالا فی تعارض آیتین من کتاب اللّٰہ وھجرہ وامر الناس بھجرہ۔

احیاء العلوم امام غزالی ج ا ص ٦٦

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میرے باپ نے رسولؐ اللہ کی پانچ سو حدیثیں جمع کی تھیں ایک دن جب سو کر اُٹھے تو مجھ سے کہا کہ وہ حدیثیں مجھکو دو جو تمہارے پاس ہیں۔ میں نے وہ حدیثیں اُن کے حوالے کی تو انہوں نے وہ تمام حدیثوں کو آگ منگا کر جلا دیا۔ میں نے پوچھا یہ آپ نے کیوں جلا دیا تو انہوں نے کہا مجھے ڈر ہوا کہ میں مرجاؤں اور یہ حدیثیں رہ جائیں گی اور میں نے یہ حدیثیں اُس شخص سے نقل کی ہے جس پر میں نے بھروسہ کیا تھا ہوسکتا ہے یہ حدیثیں ویسی نہ ہوں جیسی اُس نے بیان کی ہوں اور میں نے اسے حدیث سمجھ کر نقل کردیا ہو۔ تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۵ الذہبی۔

معاویہ نے اپنے دور حکومت میں حدیثیں گھڑنے اور روایتیں وضع کرنے کے لئے ایک باضابطہ ادارہ قائم کیا تھا جو دنیا کا پہلا حکومتی پروپیگنڈا ڈپارٹمنٹ تھا۔ اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ حضرات شیخین کی فضلیت میں جھوٹی حدیثیں رائج کی جائیں۔ بنی اُمیہ کو قریش کا معزز ترین خاندان اور رسولؐ کا اصلی قرابت دار ظاہر کیا جائے اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے اسلاف اور اخلاف کی طرف ہر طرح کی برائیاں دل کھول کر منسوب کی جائیں۔ جو لوگ ایسی حدیثیں گھڑتے تھے اُنھیں انعام و اکرام سے نوازا جاتا تھا۔ دربار میں اُن کی منزلت بڑھائی جاتی تھی اور وہ خلفاء اور حکام کے مقربین میں شامل کئے جاتے تھے۔ اسکی خلاف ورزی کرنے والوں کی جان و مال اور عزت و آبرو خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ ص ٦٣ مطبع دار الحیاء الکتب العربیۃ۔ ابو جعفر اسکانی نے کہا ہے کہ معاویہ نے ایک کمیٹی بنائی صحابہ اور تابعین کہ وہ جھوٹی احادیث بنایا کریں جس کی وجہ سے حضرت علیؑ کی طرف سے لوگ نفرت کرنے لگیں، اور اُن کے لئے انعام مقرر کیا تاکہ لوگ رغبت کریں جھوٹی احادیث کے بنانے میں اس کمیٹی والوں نے معاویہ کو خوش کرنے کے لئے جھوٹی احادیث بنانا شروع کیا۔ اس کمیٹی کے سربراہ ابوہریرہ، عمرو عاص، مغیرہ بن شعبہ اور تابعین میں سے عروہ بن زبیر تھے۔ اہل بیت رسولؐ کی تنقیص وتحقیر اور مخالفین کی تائید و تعظیم کا یہ سلسلہ ۹۰ برس سے زیادہ عرصہ تک چلتا رہا۔ اس عرصے میں کئی نسلیں ایسی گذر گئیں جو بنی اُمیہ ہی کو اہلبیت رسول سمجھتی تھیں اور علیؑ ابن ابی طالب پر جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں لعنت کو سنت رسول سمجھ کر حرز جان بنائے ہوئے تھیں۔ ابتدائی صدیوں میں اسلامی دنیا کا مزاج یہی تھا۔ اور یہی وہ وقت تھا جب حدیث اور تاریخ کی کتابیں مرتب کی جانے لگیں۔ ظاہر ہے کہ اُن کتابوں میں زیادہ تر ویسی ہی حدیثیں اور روایتیں جگہ پاسکیں جن کو عام مسلمانوں میں قبولیت عام کی سند حاصل ہوچکی تھی۔ اس کے نتیجے میں ایک ایسی تاریخ وجود میں آئی جس یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اہلبیت رسول اور خلفاء میں کامل اتحاد اور یگانگت تھی، حضرت علیؑ نے شیخین کی بیعت کرلی تھی۔ رائے مشوروں میں شریک رہتے تھے۔

یہاں یہ بات واضح کردینا ضروری ہے کہ بنی اُمیہ حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ بھی تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اُن کے نظریہ کے مطابق امیر المومنینؑ نے چار یا پانچ سال تک خلافت پر معاذ اللہ غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) کے دور تک یہی عقیدہ رائج تھا اور وہ بھی اس کے قائل تھے لیکن آخر میں اُن کا اعتقاد بدل گیا اور وہ حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہء راشد کہنے لگے جس پر عام علمائے اہل سنت نے ان پر اعتراضات کی بھرمار کردی۔

تقریباً ڈیڑھ سو سال کے پروپیگنڈے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں حدیثیں عالم اسلام میں پھیل گئیں جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب نے بخوشی خاطر شیخین کی خلافت کو تسلیم کرلیا تھا اور اُن سے بیعت کرلی تھی۔ نیز یہ کہ حضرات خلفاء حضرت علیؑ سے امور خلافت میں مشورے لیتے تھے اور وہ ایک وفادار رعایا کی طرح شیخین کے تمام اقدامات کے موید تھے۔ ایسی حدیثیں بھی وضع کی گئیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ حضرت رسولؐ مقبول ﷺ وآلہ وسلم اور حضرات ائمہ معصومین سے معاذ اللہ غلطیاں سرزد ہوتی تھیں۔

اب صرف اس بات پر روشنی ڈالنی ہے کہ کیا امیرؑ المومنین نے حضرات شیخین کی بیعت کر لی تھی؟ حضرات اہلسنت کی حدیثیں اور تاریخیں ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ جب تک حضرت سیدہ صلوات اللہ علیہا زندہ رہیں اُنھوں نے حضرت علیؑ کو ابوبکر کی بیعت نہ کرنے دی۔ چھ مہینے بعد جب جناب سیدہؑ کی وفات ہوگئی اور لوگوں کی نظر میں حضرت علیؑ کی پہلے جیسی عزت نہ رہ گئی تو آپ نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔ تیسیر الباری شرح صحیح بخاری جلد ۵ کتاب المغازی باب خیبر حدیث ۵۴۶ صفحہ ۴۴۳ طبع اعتقاد پبلشنگ نئی دہلی۔ اور صحیح مسلم مع شرح نووی جلد ۵ ص ۲۵ کتاب الجہاد والسیر طبع نعمانی کتب خانہ لاہور میں موجود ہے:

حدثنا يحيى بن بكير حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة ان فاطمة عليها السلام بنت النبى ﷺ ارسلت الى ابى بكر تساله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم مما افاء الله عليه بالمدينة و فدک ما بقى من خمس خيبر فقال ابوبكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة انما يا كل آل محمد فى هذا المال وانى والله لا اغير شيئا من صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حالها التى كان عليها فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم و لا عملن فيها بما عمل به رسول الله صلى الله عليه وسلم فابى ابوبكر ان يدفع الى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على ابى بكر فى ذلک فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت وعاشت بعد النبى صلى الله عليه وسلم ستة اشهر فلما توفيت دفنها زوجها على ليلا ولم يؤذن بها ابا بكر و صلى عليها و كان لعلى من الناس وجه حياة فاطمة فلما توفيت استنكر على وجه الناس فالتمس مصالحة ابى بكر و مبايعة ولم يكن يبايع تلک الاشهر فارسل الى ابى بكر ان ائتنا ولا ياتينا احد معک كراهية لمحضر عمر فقال عمر لا والله لا تدخل عليهم وحدک فقال ابوبكر وما عسيتهم ان يفعلوا بى والله لآ تينهم فدخل عليه ابوبكر فتشهد على فقال انا قد عرفنا فضلک وما اعطاک الله ول ننفس عليک خيرا ساقه الله اليک ولكنک استبددت علينا بالامر وكنا نرى لقرابتنا من رسول الله صلى الله عليه وسلم نصيبا حتى فاضت عينا ابى بكر فلما تكلم ابو بكر قال والذى نفسى بيده لقرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم احب الى ان اصل من قرابتى واما الذى شجر بينى و بينكم من هذه الاموال فلم آل فيها عن الخير ولم اترک امرا رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه فيها الا صنعته فقال على لابى بكر موعدک العشية للبيعة فلما صلى ابوبكر الظهر رقى المنبر فتشهد و ذكر شان على و تخلفه عن البيعة و عذره بالذى اعتذر اليه ثم استغفر و تشهد على فعظم حق ابى بكر و حدث انه لم يحمله على الذى صنع نفاسه على ابى بكر ولا انكار اللذى فضله الله به ولكنا كنا نرى لنا فى الامر نصيبا فاستبد علينا فوجدنا فى انفسنا فسر بذلک المسلمون وقالوا اصبت و كان المسلمون الى على

قريبا حين راجع الامر بالمعروف

ترجمہ: ہم سے یحیی بن بکیر نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے انہوں نے عقیل سے انہوں نے ابن شہاب سے انہوں عروہ بن زبیر سے انہوں نے حضرت عائشہ سے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ آنحضرتؐ کی صاحبزادی نے کسی کو ابوبکر کے پاس بھیجا وہ آنحضرتؐ کا ترکہ مانگتی تھیں اُن مالوں میں سے جو اللہ نے آپؐ کو مدینہ اور فدک عنایت فرمائے تھے اور خیبر کے پانچویں حصے میں جو بچ رہا تھا۔ ابوبکر نے جواب دیا کہ آنحضرتؐ نے یوں فرمایا ہے ہم پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم مال واسباب چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے البتہ اس میں شک نہیں کہ حضرت کی آل اسی مال سے کھائے گی اور میں تو آنحضرتؐ کی خیرات اس حال پر رکھوں گا جیسے آنحضرتؐ کی زندگی میں تھی اور جیسا آنحضرتؐ کیا کرتے تھے میں بھی ویسا ہی کرتا رہوں گا۔ جس جس کو آنحضرتؐ دیتے تھے میں بھی انہیں کو دیتا رہوں گا غرض ابوبکر نے حضرت فاطمہؑ کو اس ترکہ میں سے کچھ بھی دینا منظور نہ کیا اور حضرت فاطمہؑ کو ابوبکر پر غصہ آیا اور انہوں نے ابوبکر سے ترک ملاقات کر دی اور مرے دم تک اُن سے بات نہ کی وہ آنحضرتؐ کے بعد صرف چھ مہینے زندہ رہیں۔ جب اُن کی وفات ہوئی تو اُن کے شوہر حضرت علیؑ نے رات ہی کو دفن کر دیا اور ابوبکر کو اس کی خبر نہ دی اور حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔ اور جب تک حضرت فاطمہؑ زندہ تھیں تو لوگ حضرت علی پر بہت توجہ رکھتے تھے جب اُن کی وفات ہوگئی تو حضرت علیؑ نے دیکھا کہ لوگوں کے منہ اُن کی طرف سے پھرے معلوم ہوتے ہیں تو اس وقت انہوں نے ابوبکر سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر لینا چاہا اس سے پہلے چھ مہینے تک انہوں نے ابوبکر سے بیعت نہیں کی تھی۔ پھر انہوں نے ابوبکر کو بلا بھیجا اور یہ کہلا بھیجا تم اکیلے آؤ اور کسی کو ساتھ نہ لاؤ! اِن کو یہ منظور نہ تھا کہ عمر ابن خطاب اُن کے ساتھ آئیں۔ عمر ابن خطاب نے ابوبکر سے کہا خدا کی قسم تم اکیلے اُن کے پاس نہ جانا۔ ابوبکر نے کہا کیوں وہ میرے ساتھ کیا کریں گے میں تو خدا کی قسم ضرور اُن کے پاس جاؤں گا۔ آخر ابوبکر اُن کے پاس گئے تو حضرت علی نے خدا کو گواہ کیا اور کہنے لگے ابوبکر ہم کو تمہاری فضیلت اور بزرگی معلوم ہے جو اللہ نے تم کو عنایت فرمائی اور اللہ نے جو عزت تم کو دی (مسلمانوں کا حاکم بنایا)۔ اس پر ہم تو کچھ حسد نہیں کرتے، مگر ہم کو یہی برا معلوم ہوا کہ تم نے اکیلے ہی اکیلے خلافت اُڑا لی ہم یہ خیال کرتے تھے کہ اس میں ہم لوگ ضرور شریک کئے جائیں گے کیونکہ ہم کو آنحضرتؐ سے رشتہ داری اور قرابت تھی۔ یہاں تک کہ ابوبکر کے آنکھیں بھر آئیں۔ پھر ابوبکر نے گفتگو شروع کی انہوں نے کہا قسم اس پروردگار کی جس کے ہاتھ میری جان ہے آنحضرتؐ کے قرابت کا خیال تو مجھ کو اپنے قرابت سے بھی زیادہ ہے۔ اب ان چند مالوں (فدک وخیبر کی زمین) کی وجہ سے جو مجھ میں اور تم لوگوں میں جھگڑا ہو گیا تو میں اس مقدمہ میں نے بھی وہی کیا جو بہتر تھا۔ میں نے تو آنحضرتؐ جو جو کیا کرتے تھے وہی کیا کسی کام میں فرق نہیں کیا۔ اسوقت حضرت علیؑ نے کہا اچھا آج شام کو ہم تم سے بیعت کر لیں گے۔ جب ابوبکر نے نماز ظہر پڑھی تو منبر پر چڑھے تشہد پڑھا۔ پھر حضرت علی کا حال بیان کیا کہ اُنکی اب تک بیعت نہ کرنے کا عذر پیش کیا۔ اور پھر حضرت علی کی بخشش کی دعا کی۔ اُس کے بعد حضرت علیؑ نے تشہد پڑھا اور ابوبکر کے حقوق جتلائے۔ کہنے لگے میں جو ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی تو اُس کی وجہ یہ نہ تھی کہ مجھ کو ابوبکر کی خلافت پر کوئی حسد یا اُن کی بزرگی سے کچھ انکار تھا صرف بات یہ تھی کہ ہم لوگوں کو یہ خیال تھا کہ خلافت کے مقدمہ میں ہماری رائے بھی لینا ضروری تھا۔ انہوں نے نہ لی آپ ہی آپ اس کام کو کر لیا۔ اس کا ہم کو رنج ہے۔ مسلمانوں نے جب حضرت علی کی یہ گفتگو سُنی تو خوش ہوئے اور حضرت علیؑ سے زیادہ محبت کرنے لگے جب دیکھا انہوں امر معروف کے جانب قریب ہو رہے ہیں (مترجم علامہ وحید الزمان)۔

اس گھڑی ہوئی حدیث کے راویان پر ایک نظر ڈالیں جس میں چند شخصیتیں قابل غور ہیں۔

عقیل کے بارے میں میزان الاعتدال ج ۳ ص ۸۸ سلسلہ نمبر ۵۷۰۴ الذہبی نے لکھا منکر الحدیث۔ یعنی جن کی احادیث سے انکار کیا گیا ہے۔

اب باری آتی ہے ابن شہاب کی ان کا اصلی مکمل نام محمد بن مسلم ابن شہاب الزہری ہے۔ تاریخ ابن عساکر جلد ۸۴۴ ص ۸؛ اور ابن حجر تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۶۷ میں ان کا نام اس طرح بتلایا ہے محمد بن مسلم بن عبداللہ بن عبیداللہ بن مہاجر بن الحارث بن زهرة المعروف الزہری مگر اکثر کتابوں میں الزہری یا ابن شہاب سے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اِن کی اکثر روایات عروہ ابن زبیر سے اور عروہ ابن زبیر حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔

محمد بن مسلم ابن شھاب الزہری کے بارے میں الذہبی نے اپنی کتاب الرجال المیزان الاعتدال جلد ۴ ص ۴۰ سلسلہ نمبر ۸۱۷۱ طبع دار المعرفۃ بیروت لبنان میں لکھا ہے کہ: **کان یدلس فی النادر**۔ یہ جھوٹی باتیں گھڑتا تھا۔

ابن حجر عسقلانی نے ایک کتاب صرف تدلیس کرنے والوں کی تصنیف کی تھی ''طبقات المدلسین'' طبع مکتبہ المنار اردن۔ جس کی ابتداء میں تدلیس کی مذمت مذکور ہے اور اس فہرست میں جو نام ہیں اس میں سلسلہ نمبر ۱۰۲ صفحہ ۵۷ پر زہری کا نام ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور محدث دار قطنی اور ان کے علاوہ اور کئی محدثین زہری میں تدلیس (غلط بیانی) کا عیب نکالا ہے۔ وصفه الشافعي والدار قطني وغيرواحد بالتدليس۔

زہری کی ناصبی ہونے کا اعلیٰ ثبوت یہ ہے کہ حضرت علیؑ اور حضرت عباس عم رسولؐ کی جن کی عظمت اور بزرگی سے کوئی شیعہ ہو یا کوئی اور فرقہ کا مسلمان انکار کر ہی نہیں کرسکتا، عروہ بن زبیر کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ : رسول الله إذ أ قبل العباس و علی ، فقال : يا عائشة، إ هذين يموتان علیٰ غير ملتي ۔ أ وقال ديني ۔ وروى عبد الرزاق عن معمر ، قال كان عند الزهري حديثان عن عروة عن عائشة فی علی علیه السلام، فسأ لته عنهما يوما فقال : ما تصنع بهما و بحديثهما! الله أعلم بهما، إني لا تهمهما فی بنی هاشم۔ قال : فأ ما الحديث الاول، فقد ذ كرناه ، وأ ما الحديث الثانی فهو أن عروة زعم أن عائشة حد ثته، قالت : كنت عندالنبی ﷺ إذ أقبل العباس و علی ، فقال (يا عائشة، إن سرک أ تنظرنی إلی رجلين من اهل النار فانظري إلی هذين قد طلعا) ، فنظرت ، فإذا العباس و علی ابن ابی طالب۔ اس روایت کا سلسلہ ابن شھاب زہری پر آ کر ملتا ہے عبدالرزاق نے معمر سے نقل کیا ہے کہ

(معاذ اللہ) جب عباس اور علیؑ داخل ہوئے تو رسولؐ اکرم نے فرمایا اے عائشہ! یہ دو جب مریں گے تو ملت غیر پر مریں گے اور دین سے ہٹ جائیں گے۔ پھر مزید فرمایا کہ دو مرد جہنم کو دیکھنا چاہتے ہو دیکھو وہ آتے ہی ہوں گے چنانچہ عباس اور علیؑ داخل ہوئے۔ شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید معتزلی جلد ۴ ص ۶۴ دار الحیاء الکتب العربیۃ۔ زہری کا ایک اور واقعہ بھی ملتا ہے اور وہ یہ کہ ایک شخص مدینہ کی مسجد میں آیا، کیا دیکھا کہ زہری اور عروہ بن زبیر، حضرت علیؑ کا تذکرہ کرر ہے ہیں اور حضرت علیؑ کی مذمت کرر ہے ہیں، اُس شخص نے اس بات کی اطلاع امام زین العابدینؑ کو دی۔ امام علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اے عروہ تو! وہی ہے جس کے باپ نے میرے والد سے مقدمہ بازی کی اور آخر کار ہا گیا اور اے زہری ! اگر تو مکّہ میں ہوتا تو میں تجھے تیرے باپ کا گھر بھی دکھا دیتا۔ (نہیں معلوم اُس گھر کی کیا خصوصیت تھی اور وہ کس کام کے لئے تھا) شرح نہج البلاغۃ ج ۴ ص ۱۰۲ ابن ابی الحدید معتزلی دار الحیاء الکتب العربیۃ۔

چند احادیث زہری سے مروی ہیں ملاحظہ ہو۔

اول من یصافحه الحق عمر۔ یعنی سب سے پہلے روز قیامت اللہ تعالی مصافحہ جس سے کرے گا وہ عمر ابن خطاب ہیں۔

اول من یا خذ بیده فیدخله الجنة عمر۔ یعنی سب سے پہلے اللہ ہاتھ پکڑ کر جسے جنت میں داخل کرے گا وہ عمر ابن خطاب ہوں گے۔ میزان الاعتدال الذہبی جلد ۳ ص ۱۳۱۔ الذہبی نے اس حدیث سے انکار کیا۔

ایک روایت ہے کہ اللہ کی کرسی جو عرش پر ہوگی وہ یاقوت کی ہوگی۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۴۴۵۔

تیسری شخصیت ہے عروۃ بن زبیر یہ زبیر بن عوام کے اور حضرت عائشہ کی بہن اسماء بنت ابوبکر کے فرزند عبداللہ ابن زبیر کے بھائی ہیں۔ جمل میں عائشہ کے پہلو بہ پہلو تھے چونکہ سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے اس لئے جنگ کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ ان کی ایک زوجہ سودہ عبداللہ ابن عمر ابن خطاب کی بیٹی تھیں۔

ان معاوية وضع قوما من الصحابة و قوما من التابعين علی رواية اخبار قبيحة فی علی علیه السلام، تقضی الطعن فيه والبراء ة منه ، و جعل لهم علی ذلک جعلا يرغب فی مثله، فختلقوا ما ارضاه ، منهم ابو هريرة ، و

عمر ابن العاص، والمغيرة بن شعبة، ومن التابعين عروة بن الزبير، روى الزهرى ان عروة بن الزبير حدثه، قال حدثتنی عائشة۔ کہ معاویہ نے ایک کمیٹی بنائی صحابہ اورتابعین کی جو جھوٹی احادیث بنایا کریں جس کی وجہ سے حضرت علیؑ کی طرف سے لوگ نفرت کرنے لگیں اس کمیٹی میں تابعین میں سے عروہ بن زبیر تھے اور زہری کا کہنا ہے کہ یہ جب بھی کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو کہتے کہ عائشہ نے یہ کہا۔۔۔شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ ص ۶۳ مطبع دار الحیاء الکتب العربیۃ۔

ایک دن علیؑ ابن حسینؑ زین العابدین سے گفتگو کے دوران امامؑ نے بنی اُمیہ کے مظالم اور وہ لوگ جو اُن کا ساتھ دینے کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ جو لوگ اُن کا ساتھ دیں گے عذاب الٰہی سے وہ محفوظ نہیں (شائد امامؑ کا اشارہ مذکورہ کمیٹی کی جانب ہو)۔ یہ سُن کر عروہ بن زبیر کہا کہ یہ غلط ہے اس لئے کہ اللہ جانتا ہے کہ جو لوگ ظالم سے میل جول رکھتے ہیں وہ ظالم کی حرکتوں سے ناخوش ہوتو وہ عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ اور اُٹھ کر چلے گئے۔طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۱۸۹ تا ۱۹۲ نفیس اکیڈمی کراچی۔

عروہ بن زبیر سے کئی ایسے روایات مروی ہیں جن کو محققین نے ضعیف ہونے کی بنا پر مسترد کر دیا جس کا تذکرہ کتاب ''ضعیف سنن ترمذی'' تالیف محمد ناصر الالبانی مکتبہ اسلامی الریاض ص ۳۲۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۴۵۲۔ چنانچہ ایک روایت جو عروہ بن زبیر سے مروی ہے وہ قابل ذکر ہے کہ'' عائشہ نے کہا کہ ایک دن زید بن حارثہ مدینہ آئے اور رسولؐ ﷺ میرے گھر میں تھے۔ اور زید بن حارثہ نے میرے گھر کے دروازہ پر دستک دی ، رسولؐ اکرم کھڑے ہوگئے جب کہ وہ با لکل برہنہ تھے اور خدا کی قسم میں نے اس سے قبل اور نہ اس کے بعد آنحضرتؐ کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا اور اسی حالت میں (برہنہ ہی) آپؐ باہر تشریف لے آئے اور زید ابن حارثہ کو گلے لگایا اور بوسہ دیا''۔ جامع ترمذی اردو جلد دوم ص ۲۳۹ ۔طبع نعمانی کتب خانہ۔ باب ماجآء فی المعانقة والقبلة ۔عربی سنن ترمذی جلد ۴ ص ۱۷۳ طبع دار الفکر بیروت میں راویوں کے سلسلے کے ساتھ ذکر ہے۔

مسعودی مروج الذہب جلد ۲ ص ۱۴۶ میں ہے کہ'' عروہ بن زبیر اپنے چچا عبدالملک بن مروان کے ہمنوا تھا اور حجاج کو مسلسل عبدالملک کے خطوط آرہے تھے وہ عروہ کا خیال رکھے اور اُس کے مال و جان کو تکلیف نہ دے۔ یہ خطوط اسوقت آئے جب کہ حجاج ،عروہ کے حقیقی بھائی عبداللہ ابن زبیر کا محاصرہ کر چکا تھا'' ۔عبداللہ ابن زبیر کو امان نہ تھی مگر عروہ ابن زبیر کی جانب خاص التفات تھا جو معاویہ کے دور سے چلے آرہا تھا۔ابن خلدون حصہ دوم باب خلافت معاویہ و آل مروان ص ۱۷۳ طبع نفیس اکیڈمی میں ہے کہ'' عبداللہ ابن زبیر کی شہادت کے بعد اُن کے بھائی عروہ حجاج کے پہنچنے سے پہلے عبدالملک کے پاس جا پہنچا، عبد الملک نے اس کو کمال عزت سے تخت پر بٹھایا، باتوں باتوں میں عبداللہ ابن زبیر کا ذکر آیا تو عروہ نے بے پروائی سے کہا'' وہ ایک شخص تھا''، عبدالملک بولا اس کا کیا ہوا؟ جواب دیا'' مارا گیا''، عبدالملک یہ سنتے ہی سجدے میں چلا گیا جب سر اُٹھایا تو عروہ نے کہا'' حجاج نے اُس کی لاش کو صلیب پر چڑھادی ہے، دفن نہیں کرنے دیا''۔ یہ ایسے تھے کہ اپنے سگے بھائی کے ساتھ بھی بے اعتنائی کی۔ لفظ بالفظ کتاب سے تحریر کیا گیا ہے۔

اب آخر میں جو شخصیت آتی ہے وہ حضرت عائشہ کی جنہیں اہلبیت رسولؐ سے اور خصوصاً حضرت علی سے عداوت تھی جس کا اظہار انہوں نے حکم خدا کے خلاف جمل میں کھلے میدان میں حضرت علیؑ کے مدمقابل ہو کر کیا۔

حدثنا موسى بن اسماعيل : حدثنا جويرة، عن نافع عن عبد الله بن عمر قال : قام النبی ﷺ خطيبا فأشار نحو مسكن عائشة فقال : هاهنا الفتنة ، ثلاثا، من حيث يطلع قرن الشيطان : صحیح بخاری عربی جلد ۴ صفحہ ۴۶ طبع دار الفکر بیروت لبنان۔ ہم سے موسیٰ بن اسمٰعیل نے بیان کیا کہا کہ ہم سے جویرہ نے انہوں نے نافع سے، انہوں نے عبداللہ ابن عمر سے انہوں نے کہا آنحضرت ﷺ خطبہ سنانے کھڑے ہوئے اور عائشہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا اور تین بار فرمایا ادھر سے فتنے (دین کے فساد) نکلیں گے۔یہیں سے شیطان کے سر نمود

ہونگے۔(مترجم علامہ وحیدالزمان)تیسیر الباری ترجمہ وشرح صحیح بخاری اعتقاد پبلشنگ ہاوس نئی دہلی۔جلد چہارم،صفحہ ۲۵۲۔ کتاب الجہاد والسیر باب ماجاء فی بیوت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ کتاب **المنجد** لغت عربی اردو طبع دارالاشاعت لاہور جس کی ترجمہ دیوبند اور مصر کے ۱۱ علماء نے کی ہے صفحہ ۷۹۸ **قرن الشیطان** کے معنی ''شیطان کے تابع لوگ'' لکھا ہے۔ یہ ذہن نشین رہے کہ رسولؐ اکرم نے یہ خطبہ میں فرمایا اور خطبہ سرکاری کام ہے اس کا ذاتیات سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ کار رسالت ہے اور یہ وہ نبیؐ ہے کہ جس کے بارے میں قران گواہی دے رہا ہے کہ یہ بغیر وحی کے بات ہی نہیں کرتا۔اس وقت آپؐ نے جو کچھ فرمایا وہ حکم خدا سے تھا۔

انک سدة بین رسول اللّٰہ وامتة: یہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا جب عائشہ بصرہ جانے لگیں کہ تم رکاوٹ ہو رسولؐ اللہ میں اور انکی امت میں۔

غریب الحدیث ابن قتیبة ج ۲ ص ۱۸۲،الاحتجاج طبرسی ج ۱ ص ۲۴۴،بلاغات النساء ابن طیفور متوفی ۳۸۰ھ ص ۷،تاج العروس ج ۲ ص ۳۷۴؛لغات الحدیث علامہ وحیدالزمان باب ''س'' ص ۶۹۔

سکن اللّٰہ عقیراک فلا تصحیریھا: اللہ نے تمہارے نفس کو پردہ میں رکھنے کا حکم دیا اب اس کو جنگل جنگل میں مت نکالو۔

یہ حضرت ام سلمہؓ نے عائشہ سے کہا جب وہ بصرہ جانے کی تیاری کر رہی تھیں۔النھایة فی غریب الحدیث ج ۳ ص ۱۲؛غریب الحدیث ابن قتیبة ص ۱۸۲۔لغات الحدیث علامہ وحیدالزمان باب ''س'' ص ۱۵۷

قالت لعائشة ان رسول اللّٰہ ﷺ نھاک عن الفرطة فی الدین: حضرت ام سلمہؓ نے عائشہ سے کہا رسولؐ اللہ نے تمہیں دین کے کاموں میں حد سے زیادہ بڑھ جانے سے منع کیا(یعنی غلو اور افراط سے)النھایة فی غریب الحدیث ابن الاثیر ج ۳ ص ۴۳۴؛لسان العرب ج ۷،ص ۳۶۸۔لغات الحدیث علامہ وحیدالزمان ص ۵۳۔

حضرت عائشہ کا یہ اقرار کہ ''مجھ میں اور علی میں ہمیشہ سے عداوت رہی ہے۔**ما کان بینی و بین علی الا کما یکون بین الاحماء فقال ابوجعفر ﴿طبری﴾ افلا تذکر ما کان فی حدیث الافک**۔تاریخ مدینہ ودمشق ابن عساکر ج ۶۲؛تاریخ طبری جلد ۳ ص ۵۴۷(عربی)،اردو جلد سوم ص ۲۰۶ طبع نفیس اکیڈمی کراچی؛فتح الباری ابن حجر ج ۹ ص ۲۷۲؛الفتنة و وقعة الجمل سیف بن عمر الحمی ص ۱۸۳؛ البدایة والنھایة ابن کثیر عربی ج ۷ ص ۲۴۷(اردو ترجمہ سے یہ حدیث نکال دی گئی)الانوار العلویة الشیخ جعفر النقدی ص ۱۶۷۔

ایک اور واقعہ جس میں عائشہ نے بغض علیؑ کا اظہار کیا وہ یہ کہ حضرت عائشہ نے روایت بیان کی کہ رسولؐ اکرم مریض تھے نماز پڑھانے ابوبکر نکلے۔ آنحضرتؐ نے اپنا مزاج ہلکا پایا تو دو آدمیوں پر سہارا دیتے ہوئے باہر برآمد ہوئے۔آپؐ کے پیر زمین پر لکیر دیتے جا رہے تھے اور آپؐ،عباسؓ اور ایک آدمی کے بیچ میں تھے۔راوی نے کہا یہ روایت عائشہ کی میں نے عبداللہ ابن عباس سے بیان کی تو انہوں نے پوچھا تم جانتے دوسرا آدمی جس کا نام عائشہ نے نہیں لیا کون تھا؟راوی کہا نہیں تو عبداللہ ابن عباس نے کہا وہ دوسرا آدمی علیؑ تھے جس کا نام عائشہ نے لینا تک گوارا نہیں کیا۔صحیح بخاری کتاب الاذان باب حد **المریض ان یشھد الجماعة** باب ۴۲۹ حدیث ۶۳۱ صحیح بخاری باب **انما جعل الامام لیوتم بہ** باب ۴۴۱ حدیث ۶۵۲۔

چنانچہ طبقات ابن سعد جلد دوم ص ۲۸۰ نفیس اکیڈمی میں ہے کہ اس کے بعد عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ۔ **ھو علی، ان عائشة لا تطیب لہ لنفسا بخیر**۔ علیؑ ابن ابی طالب کے کسی عمل خیر سے عائشہ کا دل خوش نہیں ہوتا تھا۔مسند احمد ابن حنبل جلد ۶ ص ۲۲۸؛المصنف عبدالرزاق الصناعی متوفی ۲۱۱ھ جلد ۵ ص ۴۳۰۔

آنحضرتؐ نے دیکھا کہ عائشہ حضرت فاطمہؑ سے جھگڑ رہی ہیں تو ارشاد فرمایا ''حمیرا! تو میری بیٹی فاطمہؑ کا پیچھا نہیں چھوڑتی؟''۔تیسیر الباری تفسیر صحیح بخاری جلد ۷ باب کتاب النکاح حدیث حسن معشرہ ص ۱۰۷۔مترجم کا نوٹ قابل ملاحظہ ہے۔

حضرت عائشہ کا خود اقرار کہ وہ کسی عورت پر اتنا حسد نہیں کرتی تھیں جتنا حضرت خدیجہ سے۔ چنانچہ یہ کہتی تھیں ''وہ بڑھی جس کے منہ دانت نہیں، سرخ مسوڑے والی''۔ صحیح بخاری جلد ۲ باب ۴۳۴ حدیث ۱۰۰۵، ۱۰۰۷۔

جب حضرت علی شہادت کی خبر سُنی تو عائشہ نے یہ شعر پڑھا: **فالقت عصا ھا واستقرت بھا النویٰ :: کما عینا بالایاب المسافر**

(اُس نے اپنی لاٹھی ٹیک دی اور جدائی کو قرار مل گیا جس طرح مسافر کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اس پر زینب بنت ابی سلمہ نے کہا آپ علی کے بارے میں ایسا کہہ رہی ہیں اس پر عائشہ نے جواب دیا میں جب بھول جایا کروں تو تم یاد دلایا کرو۔ تاریخ طبری اردو جلد ۳ ص ۴۴۵۔ طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۱۵۹ اردو نفیس اکیڈمی کراچی۔

مسروق کی روایت ہے کہ پھر ایک غلام داخل ہوا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ میں نے پوچھا آپ نے اس کا یہ نام کیوں رکھا؟ تو عائشہ نے جواب دیا علیؑ کے قاتل عبدالرحمٰن ابن ملجم کی محبت میں۔ الجمل ضامر بن الشدقم مدنی ص ۲۷؛ الجمل شیخ مفیدؒ ص ۸۴۔

جب حضرت امام حسن مجتبیٰ کو روضہ رسولؐ اکرم میں دفن کرنا چاہا تو عائشہ نے کہا یہ میرا گھر ہے اور یہاں دفن نہیں کر سکتے۔ کتاب الختصر فی اخبار البشر تالیف ابی الفداء جزو ثانی ص ۹۷ طبع دارالفکر بیروت۔ چنانچہ جب یہ خچر پر بیٹھ کر باہر آئیں تو عبداللہ ابن عباسؓ نے یہ شعر پڑھے۔

تجملتِ، تبغّلتِ ولو عشتِ تفیلتِ

لک التسع من الثمن، و بالکل تصرفت

ایک وقت اونٹ پر نکلئیں (جمل میں) آج خچر پر اور اب آیندہ ہاتھی پر نکلنا باقی ہے۔ وضوالنبی شہرستانی جلد ۱ ص ۲۳۶۔ الایضاح فضل بن شاذان ص ۲۶۲ متوفی ۲۶۰ھ۔

حضرت عائشہ کو پسند نہیں تھا کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ سامنے آئیں چنانچہ وہ ان سرداران جنت سے پردہ کرتیں تھیں۔ عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ پردہ صحیح نہیں ہے۔ طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۹۹ نفیس اکیڈمی کراچی۔

یہ وہی زوجہ رسولؐ اکرم ہے جن کے بارے سورہ تحریم میں کھلم کھلا یہ اعلان ہے کہ تمہارے دل ٹیڑھے ہوگئے ہیں جس کا ذکر تمام تفسیر اور سیر کی کتابوں میں موجود ہے مثلاً صحیح بخاری باب ۸۷۹ حدیث ۲۰۱۵۔ بھلا جس انسان کا دل باوجود قربت رسولؐ کے ٹیڑھا ہوسکتا ہے تو بعد رسولؐ اکرم اُس نے جو بھی کیا اُس پر تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ چند مثالیں حسب ذیل ہیں فیصلہ آپ کے ذمہ ہے۔

ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ یہ حضرت عائشہ کے پاس آئے اور اُن سے پوچھا کہ ہماری اماں غسل کس سے واجب ہوتا ہے۔ تو حضرت عائشہ نے بجائے اُس کو کسی مرد صحابی کے پاس رجوع کرواتے ،فرمایا اچھا کیا تو نے اچھے واقف کار سے پوچھا۔ اور جو جواب دیا ہم اُس کو تحریر کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے۔ ملاحظہ ہو صحیح مسلم شرح نووی جلد اول باب بیان ان الجماع کان فی اول الاسلام ص ۴۴۸۔

فاغتسلت و بیننا وبینھا ستر: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں اور میرا بھائی حضرت عائشہ کے پاس گئے اور غسل جنابت کو پوچھا کہ رسولؐ اللہ کیوں کرتے تھے؟ اُنہوں نے ایک برتن منگوایا جس میں ایک صاع بھر پانی تھا اور نہا کر بتلایا اور ہمارے اور اُن کے درمیان پردہ تھا۔

صحیح مسلم شرح نووی جلد اول باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ص ۴۴۸؛ تیسیر الباری شرح صحیح بخاری جلد اول ص ۱۸۴۔ مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۶ ص ۲۷۔ کیا پردہ برائے نمود تھا (See Through)، اور دیکھا یا کیا جارہا تھا؟۔

کیا ایک شریف گھرانے کی خاتون سے ایسے سوال کرنا اور نامحرم کو غسل کر کے بتلانا درست ہے جبکہ اُس دور میں ہزاروں مرد صحابہ اکرام موجود ہوں۔ کیا کوئی یہ گوارا کرسکتا ہے کہ کسی کی زوجہ، ماں، بہن، یا بیٹی سے اس قسم کے سوالات کرے یا کسی کو وہ غسل کر کے بتلائے؟۔

حضرت عائشہ کا عمل تھا کہ وہ جب کسی مرد سے پردہ نہیں کرنا چاہتی تھیں تو وہ اُس مرد کو اپنی بھتیجیوں اور بھانجیوں پاس روانہ کرتیں اور اُن سے کہتیں کہ اُس مرد کو پانچ بار دودھ چوسا دیں۔ حالانکہ وہ مرد بڑی عمر کا ہوتا تھا۔ پھر وہ شخص حضرت عائشہ کے پاس آتا جاتا رہتا۔ آنحضرتؐ کی دوسری ازواج خصوصاً حضرت ام سلمہؓ نے اس پر عمل نہیں کیا اس لئے کہ رضاعت کا تعلق بچپن سے ہے۔ تیسیر الباری شرح صحیح بخاری جلد ۵ ص ۲۷۶ باب بدر حدیث ۳۳۵۔ تعجب اُن بھتیجیوں اور بھانجیوں پر ہے جو ایک غیر مرد کو جو کم از کم اس وقت تو اُن کے لئے تو محرم نہیں ہے کیسے اپنا دودھ اُس کے منہ میں دیدیا۔ پھر اُن مردوں کے آمنے سامنے ہوتے رہنے کی خواہش حضرت عائشہ کو کیوں رہتی تھی؟۔

ان عائشة شرفت جارية و قالت لعلنا نصيد بها بعض فتيان قريش: عائشہ نے ایک لڑکی پالی ہوئی کو آراستہ کیا اور کہا کہ قریش کے نوجوانوں کو اس لڑکی کے ذریعہ شکار کروں گی۔ النہایۃ فی غریب الحدیث ابن اثیر ج ۲ ص ۵۰۹۔

۷ ھ میں حضرت ماریہ کو مقوقس بادشاہ نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں روانہ کیا جو انتہائی حسین تھیں۔ عائشہ سے روایت ہے کہ ''حضرت ماریہ کی خوبصورتی سے جتنا حسد ہوتا تھا کسی اور پر نہیں ہوتا تھا رسولؐ اللہ عموماً اپنا وقت وہیں گذارتے تھے۔ چنانچہ ہم ماریہ کو تنگ اور پریشان کرنے لگے جس کی وجہ سے رسولؐ اللہ نے ماریہ کو دوسری جگہ منتقل کر دیا اور مزید وقت وہیں گذارتے تھے جو ہم کو اور شاق گذرا پھر اللہ نے ماریہ سے رسولؐ اللہ کو بیٹا دیا اور ہم اس عطا سے محروم رہے''۔ طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۲۹۵۔ جب حضرت ابراہیم (فرزند رسولؐ اکرم) کی وفات ہوئی تو عائشہ نے یہ الزام لگایا کہ یہ تو اُس قبطی کی اولاد تھی جو اُن (ماریہؓ) کے پاس آتا جاتا ہے رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ کو تحقیق کے لئے بھیجا اور وہ شخص ایک درخت پر ڈر کر چڑھ گیا جب اُس نے حضرت علیؑ کے غصہ کی حالت دیکھی گھبرا کر درخت سے گرا اور اُسکا ستر کھل گیا جس سے پتہ چلا کہ وہ شخص مرد ہی نہیں تھا۔ (اسی پر آیت افک اُتری تھی جو سورہ نور کی آیت ۱۲ ہے جہاں اور آیتوں کو لوگ نے اپنے سے منسوب کر لیا اس آیت کو بھی عائشہ سے منسوب کر دیا جس کے راویان یہی زہری اور عروہ ابن زبیر ہیں۔ واقعہ افک جو ۶ ہجری کا بتلایا جاتا ہے۔ اس میں جو نام پیش کئے گئے ہیں اس میں خصوصاً سعد بن معاذ اور صفائی کے لئے عائشہ کی کنیز بریرہ ہیں۔ حدیث جس نے بنائی اُس کو اتنا بھی علم نہیں تھا کہ سعد ابن معاذ ۴ ہجری میں فوت ہو گئے تھے اور بریرہ کنیز کو عائشہ نے فتح مکہ کے بعد ۸ ہجری میں خریدا تھا اور جو صفائی میں بیان تھا وہ بھی قابل ملاحظہ ہے تفصیل کے لئے دیکھئے تیسیر الباری شرح صحیح البخاری جلد ۶ باب افک حدیث ۲۷۳ ص ۲۵۸ تا ۲۷۰ حاشیہ غور طلب ہے۔ حضرت ماریہؓ کے واقعہ کی تفصیل دیکھنا ہو تو علامہ مجلسیؒ کی ''حیات القلوب، جلد دوم صفحہ ۸۷۹، اس واقعہ کے بعد سورۂ حجرات کی آیت ۶ نازل ہوئی)۔ طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۲۹۷۔

مستعذہ جن کا اصلی نام اسماء تھا اور ایک بادشاہ کی بیٹی تھی اور بہت خوبصورت تھیں جب حضورؐ نے ان سے عقد کیا اور تمام لوگ ان کی خوبصورتی کو دیکھ کر رشک کرنے لگے چنانچہ خلوت میں آنے سے قبل عائشہ اور حفصہ مہندی لگانے کے بہانے ان کے حجرہ میں گئیں اور کہا کہ جب رسولؐ اللہ تجھ سے خلوت فرمائیں تو تم کہنا ''اعوذ باللہ منک'' ''شوہر تجھے بہت چاہے گا''۔ چنانچہ جب حضورؐ نے شرف قرب چاہا تو اس عورت نے وہی کہا جو عائشہ اور حفصہ نے سکھایا تھا۔ حضورؐ اکرم اس سے دور ہو گئے اور فرمایا تو نے بڑی پناہ مانگی ہے اُٹھ اور اپنے لوگوں میں چلی جا۔ جب حضورؐ کو پوری کیفیت معلوم تو آپؐ نے عائشہ اور حفصہ سے کہا کہ تم عورتیں یوسف والیاں ہیں اور بڑی مکر کرنے والیاں ہیں۔ طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۹۶ نفیس اکیڈمی؛ المستدرک الصحیحین حاکم جلد ۴ ص ۳۷ طبع دار العرفۃ بیروت لبنان؛ مدارج النبوت شاہ عبدالحق محدث دہلوی جلد دوم ص ۵۷۲ طبع ضیاء القرآن لاہور۔

حضرت عائشہ سے اُس زمانے کی حدیثیں مروی ہیں جبکہ کہ وہ آنحضرتؐ کی زوجہ بھی نہیں تھیں۔ معراج کے بارے میں فرماتی ہیں **مافقد یا فقدت جسد محمدؐ ولٰکن اللّٰہ اسریٰ بروحہ:** یہ عائشہ نے کہا کے معراج رسولؐ اکرم جسمانی نہیں تھی بلکہ روح کی تھی۔ فتح الباری ابن حجر ج ۸ ص ۴۶۸؛ البدایۃ والنھایۃ ابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۱؛ سیرت النبی ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۱؛ درمنثور جلال الدین سیوطی ج ۴ ص ۱۵۷۔

حدیثِ شقِ صدر کے راوی بھی یہی ہیں اور ایسا بیان کیا کہ جیسے یہ واقعہ ان کے سامنے ہوا حالانکہ جب وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو اُس وقت ان کا وجود بھی نہیں تھا۔ اگر یہ کہتیں کہ مجھ سے رسولؐ اکرم نے فرمایا کہ وحی کا سلسلہ یوں شروع ہوا تو ہم اس کو مان لیتے۔

حضرت عائشہ سے رسولؐ اکرم نے ہجرت کے دوسال بعد عقد کیا اور اس طرح وہ ۹ سال رسولؐ کی زوجہ رہیں۔ رسولؐ اکرم کے ۹ بیبیاں تھیں اور رسولؐ اکرم ہر ایک کے پاس باری باری جاتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ کے حصے میں ۹ برس میں صرف ایک سال آتا ہے پھر اس ۹ سال کے دوران کئی غزوات بھی ہیں کار رسالت بھی ہے۔ مگر جو تعداد احادیث ان سے منسوب ہیں وہ کل (۲۲۰۰) اور حضرت خدیجہؓ جو ۲۵ سال رسولؐ کی بی بی رہیں اُن سے صرف (۳) احادیث ہیں۔

حضرت عائشہ کے مختصر حالات اس لئے لکھے ہیں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ غلطیوں سے بری نہیں ہیں۔

اب اس بیعت والی روایت کا متن قابل تجزیہ ہے۔

حدیث جس کا ذکر ابوبکر نے بیان کی کہ مجھ سے رسول اکرم نے فرمایا کہ **انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقة** "ہم انبیاء میراث نہیں چھوڑتے بلکہ وہ صدقہ ہے"۔ اس من گھڑت حدیث جو کلام الٰہی کے خلاف ہے اس کے واحد راوی صرف اور صرف ابوبکر ہیں **واختلفوا میراثه فما وجدوا عند احد من ذلک علما**۔ جامع ترمذی اردو جلد دوم ص ۵۸۲؛ طبقات ابن سعد حصہ دوم ص ۳۴۷؛ کنز العمال جلد ۱۲ ص ۴۸۸؛ تاریخ مدینہ دمشق ابن عساکر جلد ۳۰ ص ۳۱۱۔

یہ ایسی حدیث ہے کہ پیغمبرؐ اکرم نے اپنے کسی وارث کو تک نہیں بتلایا چنانچہ اس حدیث کے تحت یہ بھی ہے کہ ازواج رسولؐ اکرم نے عثمان بن عفان کو وراثت رسولؐ کے لئے نمائندہ بنا کر ابوبکر کے پاس بھیجا۔ جب ابوبکر نے یہ حدیث دوہرائی تو تمام ازواج حیرت میں پڑ گئیں۔ اس سلسلے خود عائشہ کا قول ملاحظہ ہو کہ "دوسرا فتنہ میراث اور ورثہ کا کھڑا ہوا جس کا تصفیہ کے بارے میں تمام لوگ دم بخود ہو گئے۔ چنانچہ میرے باپ نے کہا کہ میں نے رسولؐ اللہ کو فرماتے سُنا ہے کہ ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہیں اور ہماری میراث صدقہ ہے"۔ تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی صفحہ ۸۷ طبع نفیس اکیڈمی۔

حضرت ابوبکر کا یہ وعدہ کہ "آنحضرتؐ کی آل اسی مال سے کھائیں گے اور میں تو آنحضرتؐ کی خیرات اس حال پر رکھوں گا جیسے آنحضرتؐ کی زندگی میں تھی اور جیسا آنحضرتؐ کیا کرتے تھے میں بھی ویسا ہی کرتا رہوں گا۔ جس جس کو آنحضرتؐ دیتے تھے میں بھی انہی کی دیتا رہوں گا"۔ حضرت ابوبکر نے اپنے اس وعدے کی پابندی کبھی بھی نہیں کی **انه لم یکن یعطی قربی رسول اللّٰه ﷺ کما کان یعطیهم رسول للّٰه ﷺ**۔ ابوبکر اپنے دور خلافت میں آنحضرتؐ کے عزیزوں کو کچھ نہیں دیتے تھے جیسے رسولؐ اکرم دیا کرتے تھے۔ سنن ابوداوٗد باب فی بیان مواضع قسم الخمس و سهم ذی القربیٰ حدیث ۱۲۰۵،۱۲۰۶ ص ۵۰۹ تا ۵۱۰۔ اردو طبع نعمانی کتب لاہور، سنن ابوداوٗد عربی جلد ۲ ص ۲۶: المجموع محی الدین نووی ج ۱۹ ص ۳۷۴؛ مسند امام احمد ج ۴ ص ۸۳؛ السنن الکبریٰ البیهقی جلد ۶ ص ۳۴۲؛ مجمع الزوائد الهیثمی جلد ۵ ص ۳۴۱۔

اس بیعت والی حدیث میں ہے کہ "حضرت علی ابوبکر کو بلا بھیجا اور یہ کہلا بھیجا تم اکیلے آؤ اور کسی کو ساتھ نہ لاؤ!"۔ اس کے بعد جب ابوبکر آئے اور جو گفتگو حضرت علی اور ابوبکر میں ہوئی اُس کے چشم دید راوی کون ہے؟۔ حضرت عائشہ نے یہ نہیں کہا کہ میرے باپ نے یہ بتلایا کہ آج میرے اور علیؑ میں یہ گفتگو ہوئی۔ پھر حضرت علیؑ نے کہا اچھا آج شام کو ہم تم سے بیعت کر لیں گے۔ اس دن ظہر کے وقت ابوبکر نے یہ اعلان کر دیا کہ حضرت علیؑ نے وعدہ کیا ہے کہ آج رات کو وہ بیعت کر لیں گے۔ کیوں نہ اُسی وقت حضرت علی اُٹھے اور فرمایا کہ لو اب میں بیعت کرتا ہوں تمہارے ہاتھ پر۔ حضرت علی نے صرف اپنے بیعت نہ کرنے کہ وجہ بتلائی۔ مگر کسی نے بھی نہیں لکھا کہ شام کو حسب وعدہ حضرت علی نے سب کے سامنے بیعت کر لی۔ اس لئے کہ جب یہ بیعت اتنی اہم تھی تو تمام مسلمانوں کے سامنے نہیں تو کچھ اکابر صحابہ کے سامنے ہی ہوتی مگر کسی صحابی نے یہ کبھی نہیں کہا کہ ہم نے دیکھا کہ علی اُٹھے اور ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی۔

تاریخ میں ایسی باتیں نظر آتی ہیں جن سے اس مفروضہ بیعت کی تردید ہوتی ہے۔

جب عمر ابن خطاب اور اُن کے ہمراہی واقعہ سقیفہ کے بعد حضرت علیؑ کو بھی کشاں کشاں ابوبکر کے پاس بیعت کے لئے لے آئے۔ حضرت علیؑ نے مطالبہ بیعت پر فرمایا **انا احق بھٰذا الامر منکم۔ لا ابایعکم وانتم۔ اولی بالبیعۃ لی اخذ تم۔** میں تمہاری بیعت ہرگز نہیں کروں گا میں تم سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں بلکہ تم کو میری بیعت کرنا چاہئے۔ ابوبکر چپ سادھے بیٹھے رہے مگر عمر ابن خطاب نے کہا کہ جب تک تم بیعت نہیں کرو گے تمہیں چھوڑا نہیں جائے گا۔ حضرت علی فرمایا'' **احلب حلبا لک شطرہ واللّٰہ ما حرصک علی امارتہ الیوم۔ الا لیورثک غدا۔** '' واللہ! نہ میں تمہاری بات پر کان دھروں گا اور نہ ہی بیعت کروں گا۔ پھر ارشاد فرمایا'' خلافت کا دودھ دوہ لو اس میں تمہارا بھی برابر کا حصہ ہے خدا کی قسم تم آج ابوبکر کی خلافت پر اس لئے جان دے رہے ہو تا کہ کل وہ خلافت تمہیں دے جائیں۔ الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبیہ دینوری جلد ا ص ۲۹؛ انساب الاشراف البلاذری ص ۴۴۰؛ تاج العروس ھ ا ص ۲۸۲؛ لسان العرب ابن منظور ج ا ص ۴۴۰۔

جب حضرت عمر نے اپنے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لئے ایک کمیٹی ترتیب دی جسے اسلامی تاریخ شوریٰ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اس کمیٹی میں حضرت علیؑ، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد ابن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف شامل تھے۔ اور خلیفہ کا انتخاب ان کے باہمی مشورہ پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ اپنے درمیان میں سے ایک خلیفہ منتخب کرلیں۔ یہ حکم بھی دیا گیا تھا کی اگر ان میں سے پانچ افراد ایک شخص پر متفق ہو جائیں اور چھٹا مخالف ہو تو اُسے قتل کر دیا جائے۔ اگر چار افراد ایک پر متفق ہوں اور دو مخالف ہوں تو دو کا سر کاٹ دیا جائے۔ اور اگر تین تین کے دو گروپ ہو جائیں تو جس طرف عبدالرحمٰن بن عوف ہوں اُس کی بات مانی جائے گی اور اگر دوسرے تین اس پر راضی نہ ہوں تو ان تینوں کو قتل کر دیا جائے گا۔

یہ واضح رہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف عثمان کے بہنوئی تھے اور سعد ابن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف ایک ہی خاندان بنی مخزوم سے تھے اور ایک دوسرے کے ابن عم تھے۔ عرب کے قبائلی عصبیت کو دیکھتے ہوئے یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ سعد ابن ابی وقاص عبدالرحمٰن بن عوف کی مخالفت کریں گے یا عبدالرحمٰن عثمان کو نظر انداز کر دیں گے۔ اس طرح عثمان کے قبضے میں تین ووٹ پہلے ہی سے موجود تھے جن میں عبدالرحمٰن کا فیصلہ کن ووٹ بھی تھا۔ اب رہے طلحہ، وہ ابوبکر کے خاندان بنی تمیم سے تھے اور سقیفہ بنی ساعدہ کے بعد بنی ہاشم اور بنی تمیم میں سخت عداوت چلی آ رہی تھی۔ مزید یہ کہ حضرت علیؑ نے جنگ بدر میں طلحہ کے چچا عمیر بن عثمان، اور طلحہ کے دو بھائیوں عثمان اور مالک کو قتل کیا تھا۔ لہٰذا طلحہ کے لئے حضرت علیؑ کی حمایت ناممکن تھی۔ اس لئے اس کمیٹی کی تشکیل کے بعد حضرت نے اپنے چچا عباس سے کہدیا تھا کہ اس بار بھی یہ امر ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ بہر حال شوریٰ کے طریقہ کار اور اس کے اثرات پر اس طرح غور کرنے کے بعد جو کچھ شوریٰ میں ہوا اس پر تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ ابتداء ہی میں طلحہ نے عثمان کی حمایت میں اپنا نام واپس لے لیا۔ تب زبیر حضرت علیؑ کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ اور سعد ابن ابی وقاص نے عبد الرحمٰن بن عوف کی حمایت میں دستبرداری اختیار کی۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ اگر مجھے خلیفہ بنانے کا اختیار دے دیا جائے تو میں بھی خلافت کی اُمیدواری سے دست کش ہو جاؤں گا۔ اس طرح اب مقابلہ حضرت علیؑ اور عثمان کے درمیان رہا۔ دو دن تک حضرت علیؑ نے اپنے حق کی اثبات کیلئے مسلسل دلائل دئے کہ سب لاجواب ہو گئے۔ اور جو اصل منصوبہ تھا کہ عثمان کو خلافت مل جائے وہ ناکام ہوتا نظر آ رہا تھا۔ شب کے وقت عبدالرحمٰن بن عوف عمرو بن عاص کے پاس گئے اور صورت حال کی نزاکت بیان کی۔ عمرو بن عاص نے یہ مشورہ دیا کہ کل صبح تم علیؑ کو اس شرط پر خلافت پیش کرو کہ وہ کتاب خدا، سنت رسول اور سیرت شیخین پر عمل کریں گے۔ لیکن علیؑ سیرت شیخین کو قبول نہیں کریں گے۔ اسوقت تم عثمان کے سامنے یہی شرطیں رکھنا اور وہ یقیناً قبول کرلیں گے تو تم اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لینا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے تشویش ظاہر کی کہ اگر علیؑ یہ شرطیں قبول کرلیں تو کیا ہوگا؟ عمرو بن عاص نے کہا علیؑ سیرت شیخین کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ تیسرے دن یہی ہوا۔ حضرت علیؑ نے سیرت شیخین کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تب عثمان کے سامنے یہ شرطیں رکھی گئیں اور اُنھوں نے قبول کر لیا اور خلیفہ بنا دئے گئے۔ ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ج ا ص ۱۹۲۔ ملا علی قاری جو اہلسنت کی معتبر ترین عالم ہیں اپنی کتاب شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۳ طبع محمد سعید کراچی

میں لکھتے ہیں: **قول عبدالرحمٰن بن عوف لکل منهما اولیک علٰی ان تعمل بکتاب اللّٰه و سنة رسول للّٰهﷺ و سیرة الشیخین فابٰی علیؓ ان یقلد هما و رضی عثمان۔** یعنی عبدالرحمٰن ابن عوف نے ان (حضرت علیؑ) سے پوچھا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اکرم اور سیرت شیخین پر عمل کروگے؟ تو حضرت علی نے سیرت شیخین سے انکار کیا اور حضرت عثمان اس پر راضی ہوگئے۔ اس کا ذکر کئی معتبر تواریخ میں موجود ہے مثال کی طور طبری حصہ سوم کا اول ص ۲۸۳؛ تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی طبع نفیس اکیڈمی ص ۱۵۸۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عمرو بن عاص کو کیوں یہ یقین تھا کہ حضرت علیؑ سیرت شیخین کو کبھی قبول نہیں کریں گے۔ اور اگر حضرت علیؑ نے ان دونوں حضرات کی بیعت کرلی تھی تو پھر ان کی سیرت کے اتنے مخالف کیوں تھے کہ ہاتھ آئی خلافت کو ٹھوکر ماردیا؟ مزید برآں اگر اس جلسہ میں نہیں تو کم از کم بعد میں کسی نے حضرت علی سے کیوں نہیں کہا کہ آپ تو ابوبکر وعمر کی بیعت کرچکے تھے پھر ان کی سیرت پر چلنے سے انکار کیوں کیا۔ ان سوالات پر بے تعصبی سے غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوجائے گا کہ حضرت علیؑ نے ان حضرات کی بیعت نہیں کی تھی اور نہ وہ ان کی سیرت کو پسند کرتے تھے۔

امیرالمومنینؑ نے مشہور و معروف خطبہ شقشقیہ میں جو دور خلافت ظاہری میں ارشاد فرمایا ہے۔

فرماتے ہیں **واللّٰه لقد تقمصها ابن ابی قحافة وانه لیعلم ان محلی منها محل القطب من الرحیٰ۔** اللہ کی قسم! قحافہ کے بیٹے نے پیراہن خلافت پہن لیا۔ حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چکی کے اندر اُس کی کیل کا ہوتا ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں **حتی مضی الاول بسبیله فأدلیٰ بها الیٰ ابن خطاب بعده۔** یہاں تک کہ پہلے (ابوبکر) اپنی راہ لی اور اپنے بعد خلافت ابن خطاب کو دے گیا۔

تلک شقشقة هدرت ثم قرت: (حضرت علیؑ نے جب خطبہ شقشقیہ سنایا تو عبداللہ ابن عباس نے آپ سے فرمایا کاش آپ تقریر کو جہاں پر آپ نے ختم کردیا آگے بڑھاتے اور سلسلہ بیان جاری رکھتے آپؑ نے فرمایا) وہ تو اونٹ کا ایک شقشقہ تھا جس نے آواز نکالی پھر خاموش ہوگیا۔

(یعنی وہ خطبہ خدا کی طرف سے ایک جوش تھا جب تک اس کا حکم تھا جاری رہا پھر بند ہوگیا) النھایۃ فی غریب الحدیث ج ۲ ص ۴۹۰۔؛ مجمع البحرین ج ۲ ص ۵۲۸؛ لغات الحدیث علامہ وحید الزمان حرف ''ش'' ص ۱۰۸۔

اس خطبہ کے علاوہ ایک اور مقام پر جناب امیرؑ فرماتے ہیں **سبق الرجلان وقام الثالث کالغراب همه بطنه یا ویحه لوقص جناحاه و قطع عاسه لکان خیرا له۔** وہ دونوں گذر گئے اور تیسرا کوئے کے مانند اُٹھ کھڑا ہوا جس کی ہمتیں پیٹ تک محدود تھیں۔ کاش اس کے دونوں پر کتر دئے ہوتے اس کا سر کاٹ دیا جاتا تو یہ اُس کے لئے بہتر ہوتا۔ کتاب **البیان والتبیین** جز و اول ص ۱۰۷ مطبع علمیہ مصر

اگر امیرالمومنینؑ بیعت شیخین کرچکے تھے تو کوئی تو کہتا آج آپؑ یہ فرما رہے ہیں کل تو آپ بیعت کرچکے تھے۔

محمدؒ ابن ابی بکر نے معاویہ کو ایک خط لکھا ''اے معاویہ! تو لعین ابن لعین ہے تم اور تمہارا باپ ہمیشہ رسولؐ اللہ سے لڑتے رہے اور نور خدا کو بجھانے کی کوشش کرتے رہے اسی حال میں تیرا باپ مرگیا اور تو اُس کا جانشین اور نمونہ بنا ہے اسی گروہ کے بچے ہوئے یہ لوگ تیرے پاس جمع ہیں''۔

اس کے جواب میں معاویہ نے لکھا کہ:

کان ابوک و فاروقه اول من ابتزه حقه و خالفه علی امره علی ذٰلک اتفقاواتسقا ثم انهما دعواه الی بیتهما فابطاء وتلکا علیهما فهما به الهموم وارادا به العظیم۔ اگر کسی نے علیؑ کے حق کو غصب کیا ہے تو وہ تیرا باپ ہے اور فاروق ہے ہم تو انہی کی سنت پر چل رہے ہیں۔ ہم اور تیرا باپ (ابوبکر) علیؑ ابن ابی طالب کے حق کو جانتے تھے۔ پھر جب رسولؐ اللہ فوت ہوئے تو تیرا باپ اور فاروق پہلے شخص ہیں جنہوں نے علیؑ کے حق کو چھینا اور اُس کی مخالفت کی۔ انہوں نے علی سے بیعت کا مطالبہ کیا مگر علی نے بیعت میں توقف کیا اور ٹال دیا جس کی بنا پر ان دونوں نے اُن

پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑنے کا تہیہ کرلیا۔ تاریخ مروج الذہب مسعودی (اردو) ج سوم ص ۳۴۳ تا ۳۵۰۔ وقعۃ صفین ابن مزاحم متوفی ۲۱۲ھ ص ۹۱۱؛ انساب الاشراف البلاذری ص ۳۹۵؛ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ششم۔ معاویہ نے یہ کیوں نہیں لکھا آج تم علیؑ کی طرفداری کررہے ہو کل علیؑ خود ابوبکر، عمر اور عثمان سے راضی تھے اور اُن کی بیعت کر چکے تھے۔

دور خلافت عمر ابن خطاب جب عباسؓ عم رسول اور حضرت علیؑ عمر ابن خطاب کے سامنے آئے تو عمر ابن خطاب نے یہ کہا کہ ''تم ابوبکر کو غدار، خائن سمجھتے ہو''۔ شرح مسلم نووی اردو جلد ۵ ص ۲۲، عربی ج ۱۲ ص ۷۲؛ صحیح مسلم عربی ج ۵ ص ۱۶۲؛ فتح الباری ج ۶ ص ۱۴۴؛ کنز العمال جلد ۷ ص ۲۴۱۔

الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللہ ۔سورۃ النساء ۱۶۷ یہ آیت اُن اصحاب کے حق میں اُتری جو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اسلام سے پھر گئے تھے اور اہل بیت کے حقوق غصب کئے اور حضرت علیؑ کو خلیفہ بننے سے روکا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال سب حبط کر دئے۔ امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت کی وفات ہوئی تو لوگ مسجد میں جمع تھے اور حضرت علیؑ نے یہ آیت پڑھی ابن عباسؓ نے پوچھا یا ابوالحسن آپ نے یہ آیت کیوں پڑھی آپؑ نے جواب دیا قرآن میں سے ہی تو پڑھا ہے۔ ابن عباس نے کہا آپ نے کسی مقصد سے یہ آیت کو پڑھا ہے۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ما اتٰکم الرسول فخذوہ و مانھا کم عنہ فانتھوا** ؛ کیا تم اس بات کی گواہی دوگے کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا تھا؟ ابن عباس نے کہا نہیں بلکہ میں نے آنحضرتؐ سے یہی سُنا کہ آپؐ نے تم کو اپنا وصی بنایا حضرت علیؑ نے پوچھا پھر تم نے میری بیعت کیوں نہ کی؟۔

ابن عباس نے کہا چونکہ سب لوگوں نے ابوبکر پر اتفاق کرلیا اس لئے میں نے بھی اُن ہی سے بیعت کرلی۔ یہ جواب سُن کر حضرت علیؑ فرمایا ہاں سچ ہے گوسالہ پرستوں نے بھی گوسالہ پر اجماع کرلیا تھا۔ تف تف ہے (صرف تین دن میں چھ لاکھ بنی سرائیل مرتد ہوگئے تھے صرف ۱۲ ایمان پر قائم رہے)۔ مجمع البحرین جلد ۲ صفحہ ۵۹۰ ؛لغات الحدیث علامہ وحید الزمان حرف ''ص'' صفحہ ۲۹۔

عمر ابن سعد نے امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کے بعد ابن زیاد کو خط لکھا کہ حسینؑ اس پر آمادہ ہیں کہ مدینہ واپس چلے جائیں یا کسی سرحدی علاقہ میں جا کر ایک عام انسان کی طرح زندگی بسر کریں یا یزید کے پاس جا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کریں اور اُس کے فیصلے کو قبول کرلیں۔ (یہ تیسری بات عمر سعد نے اپنے طرف سے بڑھائی تھی اور تاریخی شواہد اس کی تردید کرتے ہیں) ابن زیاد نے یہ خط پڑھکر خوش ہوا اور اپنی منظوری لکھنا چاہتا تھا کہ شمر نے اُسکو بھڑکا دیا اور یہ کہا کہ ''حسینؑ اگر تیرے علاقہ سے تیرے ہاتھ پر بیعت کئے بغیر نکل گئے تو اُن کی طاقت اور بڑھ جائے گی اور تیری طاقت پر ضرب لگے گی''۔ بہرحال ابن زیاد نے عمر سعد کی تجویزیں مسترد کردیں اور لکھا کہ ''میں نے تجھے حسینؑ سے گفتگو کرنے کے لئے یا مجھ سے اُنکی سفارش کرنے کے لئے نہیں بھیجا ہے۔ اگر حسینؑ اور اُن کے ساتھی میرے حکم پر راضی ہوں تو اُنھیں میرے پاس بھیج دے ورنہ اُن سے جنگ کر کے اُن کو قتل کردے اور بعد از قتل حسینؑ کی لاش کو گھوڑوں سے پامال کردے۔ اور اگر اس حکم کی تعمیل تجھے منظور نہ ہو تو ہمارے کام سے الگ ہوجا اور لشکر کو شمر کے حوالے کردے کہ ہم نے اُس کو یہ اختیار دیا ہے''۔

جب یہ خط شمر کے ہاتھ سے عمر سعد کو ملا تو اُس نے سمجھ لیا کہ یہ شمر کی چالبازی کا نتیجہ ہے۔ اُس نے شمر سے غصہ میں کہا کہ گمان کرتا ہوں کہ تو نے ہی ابن زیاد کو میری بات ماننے سے روکا ہے۔ اور میں جو معاملات سلجھانا چاہتا تھا تو نے اُن کو بگاڑ دیا ہے۔

واللہ لا یستسلم حسین فان نفس ابیہ بین جنبیہ

''خدا کی قسم! حسین کبھی اطاعت قبول نہیں کریں گے کیونکہ اُن کے سینے میں اُن کے باپ کا دل دھڑک رہا ہے''۔

تاریخ طبری (اردو) ابوجعفر محمد ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ طبع نفیس اکیڈمی کراچی جلد چہارم ص ۲۴۲، عربی جلد ۴ ص ۳۱۵؛ تاریخ مدینہ و دمشق ابن عساکر ج ۴۵ ص ۵۲ علی بن حسن الشافعی متوفی ۵۷۱ھ طبع دارالفکر، بیروت، لبنان؛ مقتل ابی مخنف ص ۱۰۴، لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف متوفی ۱۵۸ھ مکتب عامہ سید شہاب الدین مرعشیؒ؛ انساب الاشراف ق ۱۔ ج ۱ مخطوطہ احمد بن یحییٰ بن جار البلاذری، متوفی ۳۰۰ھ؛ شیخ مفید: کتاب الارشاد، المؤتمر العالمی لالفیۃ الشیخ المفید

۱۳۱۴ھ ص ۱۸۹؛ باقر شریف القریشی: حیاۃ الامام الحسین علیہا السلام۔طبع اول ۱۳۹۶ھ، جلد سوم صفحہ ۱۳۳۔؛ بحارالانوار ج ۴۴ ص ۹۳۰ علامہ مجلسیؒ ونیز بحارالانوار جلد ۴۵ ص ۴۷؛ العوالم، الامام الحسین شیخ عبداللہ البحرانی ص ۲۴۱؛ لواعج الاشجان السید محسن الامین ص ۱۱۵؛ اعلام الوری باعلام الھدیٰ جلد ا ص ۴۵۴ الشیخ طبرسی۔

اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ نہ تو حضرت علیؑ نے کسی کی بیعت کی تھی اور نہ حسینؑ کسی کی بیعت کریں گے۔اب سوال یہ ہے کہ اگر حضرت علیؑ نے بیعت کر لی تھی تو شمر نے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ جب علیؑ نے بیعت کر لی تھی تو حسینؑ کیوں انکار کریں گے۔اس گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ۶۱ھ کے محرم تک دوست اور دشمن ہر ایک کو یہ بات معلوم تھی کہ حضرت علیؑ نے بیعت نہیں کی تھی۔

واضح رہے کہ عمر سعد کا یہ جملہ خود اس کے خط میں مندرجہ تیسری شق کی نفی کرتا ہے جو اس نے ابن زیاد کو لکھا تھا کہ حسینؑ راضی ہیں کہ وہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔اب شمر سے مباحثہ کے وقت بے اختیارانہ اصل بات اس کے منہ سے نکل آئی کہ حسینؑ کبھی اطاعت قبول نہ کریں گے۔

حسب ذیل دلیل ماخوذ ہے آیت اللہ علامہ سعید اختر رضوی اعلیٰ اللہ مقامہ کے مضمون ''علی اور بیعت شیخین''۔

آئے اب اس فیصلے پر نظر ڈالیں جس کا ذکر بیعت کے سلسلے میں اوپر کیا گیا ہے۔اس قصے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سیدہؑ نے نہ خود ابوبکر کی بیعت کی نہ اپنے شوہر کو بیعت کرنے دیا۔حضرت سیدہؑ کے فضائل و مناقب اسلام کے ہر فرقہ کا عقیدے جزو ہیں۔وہ رسولؐ کا ٹکڑا اور سیدۂ نساء العالمین اور سیدہ نساء اہل جنت ہیں۔اور پھر بھی انھوں نے ابوبکر کی بیعت نہ کی جب کہ مشہور حدیث ہے کہ:

مَنۡ مَاتَ وَلَمۡ يَعۡرِفۡ إِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيۡـتَةً جَاهِلِيَّةً

''جو اپنے امام زمانہ کو پہچانے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی (کفر) کی موت مرتا ہے''

ذرا سوچئے کہ جناب سیدہ اپنے زمانہ کے امام کو پہچانتی تھیں یا نہیں۔اور اگر ابوبکر امام زمانہ تھے تو اُن کی بیعت سے انکار کے بعد وہ سیدہ نساء اہل جنت کیسے بن سکتی ہیں؟۔لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت سیدہؑ کی نظر میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب امام زمانہ تھے۔اور انھیں کو امام مانتی تھیں اور اس لئے وہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار بنیں۔اگر بعد وفات رسولؐ حضرت علیؑ امام تھے تو بعد وفات جناب سیدہؑ وہ اس امامت سے، معزول کیسے ہو جائیں گے۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ شیعہ عقیدہ کے مطابق علیؑ اور فاطمہؑ دونوں معصوم تھے اور دونوں نے چھ مہینے تک ابوبکر کی بیعت نہ کی یعنی اُن کی نگاہ میں ابوبکر کی خلافت کی کوئی اصلیت یا حقیقت نہ تھی اور اُن کی بیعت سے انکار کر کے ہی یہ حضرات راہ حق پر گامزن رہ سکتے تھے۔اگر بیعت سے انکار کرنا حق تھا تو چھ مہینے بعد بیعت کر لینا کیسے حق ہو سکتا ہے؟۔اور اگر بیعت کرنا حق تھا تو جناب سیدہؑ پوری زندگی اس حق کی مخالفت کیوں کی؟ اور حضرت علیؑ چھ مہینے تک اس حق سے کیوں روگردان رہے؟۔